یادِ رفتگان

پھر اک ساتھی چھوٹ گیا!

روزانہ نمازوں میں میل جول ہوتا، ایک مرتبہ بات چیت ہوتی، بس دو چار دن کچھ ناگہانی مصروفیات میرے سر پڑیں، جسمانی توانائی کم ہو گئی اور میرا دائرۂ معمولات ٹوٹ گیا۔ تب یکایک آواز بلند ہوا کہ مولانا عاصم ان فتنوں بھری دنیا میں علمی لڑائی لڑتے لڑتے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن!

اتنا اچانک، اتنا چپکے چپکے! — ہمیں تو شدتِ مرض کے آخری مختصر سے دور کا پتہ بھی نہ چلا۔ ایک دن وہ وقت کے میدان میں داخل ہوا اور عمر کے لحاظ سے اگلی صفوں کو چیرتا ہوا آگے نکل گیا — افق سے بھی آگے!

سچ ہے کہ کتنے پیچھے والے ہوں گے جو آگے کر دیئے جائیں گے اور کتنے آگے والوں کو پیچھے ہٹا دیا جائے گا۔

غم اتنا ہی نہیں کہ ایک بھائی اور دوست ہم سے جدا ہوا، بلکہ زیادہ بڑا صدمہ یہ ہے کہ ایک بھاری بھرکم عالمِ دین ہماری بستی، ہمارے ملک اور دنیائے انسانیت سے چلا گیا۔ ایسا عالم جو القاب و آداب اور جبہ و دستار سے بے نیاز ایک عام آدمی کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ مگر اس کے قلم نے سفرِ حیات میں ایسے سنگ ہائے میل نصب کیے تھے کہ جن کو دیکھ کر ہم جیسے عامی تو مبہوت رہ جاتے ہیں۔

پیدائش ۴ ستمبر ۱۹۲۸ء کو مالیر کوٹلہ میں ہوئی۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ پھر مولانا عبدالغفار حسن سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ انہی سے حدیث کا خاص ذوق بھی لیا اور جماعتِ اسلامی کا تعارف بھی حاصل کیا۔ بعد ازاں دارالعروبہ میں مولانا مسعود عالم ندوی رحمۃ اللہ کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دارالعروبہ کی روح رواں بن گئے اور ندوی صاحب کے انتہائی معتمد۔

۱۹۴۸ء میں مولانا مسعود علیہ الرحمۃ کے ساتھ پاکستان آئے۔ ۱۹۴۹ء میں مولانا کے ساتھ عرب ممالک کے دورہ کے لیے گئے۔ اسی سفر کی روداد "دیارِ عرب میں چند ماہ" ہے۔ عربی گرامر کی ایک کتاب بالترجمۃ العربیہ لکھی۔ پھر جب مولانا مودودیؒ تفہیم القرآن کے لیے تفسیری مسائل کو سمجھنے کے مقصد سے مقاماتِ مقدسہ اور قدیم تاریخی آثار کا مشاہدہ کرنے کے لیے لمبے سفر پہ نکلے تو محمد عاصم الحداد ہم سفر تھے۔ اس سفر کے تیسرے ساتھی چوہدری غلام محمد بنے۔ اس سفر کی داستان عاصم صاحب نے "سفرنامہ ارض القرآن" کے نام سے لکھی۔ مولانا مسعود عالمؒ ندوی کو جو خطوط سید سلیمان ندویؒ کی طرف سے آتے رہے، ان کا مجموعہ نقوشِ سلیمانی کے نام سے مرتب کیا۔ اخوان کے مشہور لیڈر محمود الصواف نے ان کی خدمات رابطہ عالمِ اسلامی کے لیے حاصل

کریں۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۶ء تک وہاں رہے۔

اِس دوران میں بے شمار عربی خطوط لکھنے کے علاوہ ندوی صاحب کے اور دیگر تحریکی مضامین کے عربی تراجم کیے۔ الجہاد فی الاسلام کا ترجمہ کیا۔ فقہ السنۃ کے دو حصے لکھے۔ "اب سُنّت کیا ہے اور کیا نہیں ہے" کے ساتھ اصولِ فقہ لکھی۔ اور اپنے اُونچے ارادوں کی اُڑان کے ساتھ ۱۱ راپریل کو پرواز کر گئے۔ خدا کی رحمت و مغفرت ہو۔

چراغ جو سحر ہو گیا

ابھی ایک صدمے کی چوٹ کھائے ہوئے دلِ لخت لخت کو سمیٹنے نہ پائے تھے کہ صرف دس دن کے وقفے سے مولانا محمد چراغ صدر مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ نے مورخہ ۲۱ راپریل کو جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔

وہ چراغ تھے اور ہزاروں چراغ روشن کر کے جب گُل ہوئے تو سحر بن گئے۔

پیدائش ۴ رجمادی الاخری ۱۳۱۴ھ (مطابق ۱۸۹۹ء) موضع ڈھکر ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ موضع کنجاہ ضلع گجرات میں ۳ سال تک صرف نحو اور منطق کی پڑھائی کی۔ پھر مدرسہ مظاہر العلوم میں فقہ اور عربی علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا ولی اللہ (انہی شریف) سے فیض پایا۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا انور شاہ کاشمیری سے اکتسابِ علم کیا۔

فراغت کے بعد میرٹھ، اچھرو (جامعہ فتحیہ)، علی پور سیداں (مدرسہ پیر جماعت علی شاہ) اور گوجرانوالہ (مدرسہ انوار علوم) میں معلمانہ خدمات انجام دیں۔ پھر جامعہ عربیہ گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی اور ۴۵ سال کی تدریسی خدمات سے ہزارہا طلبہ کو فیض پہنچایا۔ جن میں سے آج متعدد حضرات صاحبِ مقام ہیں۔ قادیانیت اور عیسائیت کے رد میں بہت کام کیا۔ تحریکِ خلافت، جمعیت علمائے ہند، مجلس احرار اور تبلیغی جماعت میں حصہ لیا۔ پھر جب جماعت اسلامی سے تعارف ہوا تو "یک در گیر و محکم گیر" کے مصداق پورے شرح صدر کے ساتھ مولانا مودودیؒ کی برپا کردہ تحریک احیائے اسلامی میں اپنی خدمات صرف کر دیں۔ ایک بار تحریکِ کشمیر کے سلسلے میں اور بعد ازاں مختلف استبدادی احکام کے تحت جیل کاٹی۔

مولانا محمد چراغ کی خوبی یہ تھی کہ وہ مولانا مودودیؒ سے اختلاف کرتے اور گفتگو یا خطوط کے ذریعے تبادلۂ خیال کرتے اور مولانا بھی ان کا حد سے زیادہ احترام ملحوظ رکھتے اور ان کے علم سے (باقی بر صفحہ آخر)

(بقیہ صفحہ ۳)

استفادہ کرتے۔

خود میرے ساتھ بڑا دلچسپ معاملہ تھا۔ کبھی دو چار ماہ بعد ایک پوسٹ کارڈ موصول ہوتا، جس میں سطر ڈیڑھ سطر میں لکھا ہوتا کہ تمہاری فلاں تحریر یا تقریر میں فلاں لفظ یوں نہیں، یوں ہے۔ بس مزید کوئی زجر و توبیخ نہیں۔ کوئی کبرِ علم کا مظاہرہ نہیں۔ بڑے بھرپور محبت و اخلاص کا مظاہرہ ان میں دیکھا۔ ایک خوبی یہ تھی کہ گفتگو میں ہلکا سا اندازِ مزاح شامل رہتا۔ نتیجہ یہ کہ علما والی خطرناک خشونت ان میں کبھی پیدا نہ ہوئی۔ خدا شفاعتِ رسولؐ نصیب کرے اور مغفرت بلا حساب۔ آمین!